زمینداری اور جاگیرداری کا تاریخی پس منظر

از
(جناب مولوی محمد تقی الدین صاحب سبیحؔی دبارہ بنکی))

(۲)

زمانۂ خلافت کے بعض قطائع | ذیل میں چند ان لوگوں کے نام درج کئے جاتے ہیں جن کو رسول اللہؐ اور خلفاء راشدین نے قطائع دیئے تھے۔

(۱) رسول اللہؐ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو قطیعہ دیا تھا (الخراج لابی یوسف)

(۲) حضرت علقمہؓ کو حضرموت میں ایک زمین دی تھی (ترمذی)

(۳) حضرت زبیرؓ کو زمین کا ایک بڑا حصہ دیا تھا (الخراج لابی یوسف)

(۴) حضرت بلالؓ بن حارث کو "وادی عقیق" عطا کیا تھا (الاموال)

(۵) فرات بن حیان عجلیؓ کو "یمامہ" میں ایک زمین دی تھی (الاموال)

(۶) یمامہ کے بعض دوسرے لوگوں کو بھی بنجر زمین دی تھی ״

(۷) عبداللہ بن مسعودؓ کو مدینہ میں مکان دیئے تھے (مشکوٰۃ)

(۸) ابو رافع کے خاندان کو بنجر زمین کا ایک بڑا حصہ دیا تھا (الخراج لابی یوسف)

(۹) انصار میں سے ایک شخص سلیطؓ نامی کو زمین دی تھی (الاموال)

(۱۰) عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو زمین دی تھی (مسند امام احمد)

بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کے لئے رسول اللہؐ نے عام اعلان کر دیا تھا کہ زمین اللہ کی ہے اور انسان اللہ کے بندے ہیں جو شخص بھی بنجر زمین کو زیر کاشت لا سکتا ہے لائے وہ زمین اسی کی ملک ہوگی (نصب الرایہ، الخراج لابی یوسف)

رسول اللہ کے بعد خلفاء راشدین نے بھی اس سلسلہ کو قایم رکھا اور متعدد صحابہ مثلاً سعد بن وقاص رضی عبداللہ بن مسعود رضی۔ نافع رضی۔ حباب رضی۔ زبیر رضی۔ اسامہ بن زید رضی۔ عمار بن یاسر رضی سعد بن مالک رضی وغیرہ کو قطائع دئے۔ اور عام اعلان کردیا کہ جو شخص بھی بنجر زمین کو آباد کرے گا وہ اس کی ہو جائے گی (بخاری والاموال والخراجین)

زمانہ خلافت میں اس طرح بہت سی بنجر زمینیں لوگوں کے استعمال میں آگئی تھیں اس سلسلہ میں مزید سہولتوں کا پتہ حسب ذیل تصریحات سے چلتا ہے

حضرت عمر رضی نے بصرہ کے گورنر ابو موسیٰ اشعری کو "قطائع" کے بارے میں جو فرمان لکھا تھا اس کی دفعات یہ ہیں

(۱) "قطائع" دینے میں کسی کا نقصان نہ ہو

(۲) خراجی زمین نہ ہو (جو بالعموم کاشتکاروں کی ملکیت ہوتی تھی)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے اپنے گورنر کے نام یہ فرمان لکھا تھا۔

"جتنی خالصہ (سرکاری) آراضی ہیں لوگوں میں تقسیم کردو اور پیداوار کی حیثیت کے مطابق خلافت کو جتنا بھی وہ ٹیکس ادا کریں اس کو منظور کرلو۔ اگر زمین زیادہ خراب ہے تو مفت دے دو۔ اور اگر آبادکاری کے لئے کوئی شخص نہ تیار ہو تو سرکاری خزانہ کے اخراجات سے کاشت کراؤ (مگر زمین خالی نہ رہنے دو)[1]

تاریخ کے طلبا پر یہ بات واضح ہے کہ جن بزرگوں کے نام قطائع کے سلسلہ میں درج کئے گئے ہیں وہ سب خدمت خلق کے لئے وقف تھے۔ ان کے علاوہ اہل قطائع کاشتکار ہوتے جو خود کاشت کرکے خود بھی منتفع ہوتے اور سرکاری ٹیکس کی ادائیگی کے ذریعہ مفاد عامہ کی بھی خدمت کرتے تھے۔

تاریخ خلافت میں ایک نظیر بھی اس کے خلاف نہیں پیش کی جاسکتی کہ قطعات کسی کے پاس عیش وآرام کے سامان بنے ہوں۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف زمانہ خلافت کے تمام قطائع کے متعلق یہ کلیہ بیان کرتے ہیں۔

---

[1] الخراج لیحییٰ ص ۳۲

بہت سی روایتیں اس بات کے ثبوت کے لئے موجود ہیں کہ رسول اللہ اور آپ کے بعد خلفاء نے لوگوں کو قطائع دئے تھے، رسول اللہ نے تالیفِ قلوب کے لئے اور آراضی کو قابل کاشت بنانے کے لئے قطائع دئے تھے۔ ایسے ہی خلفاء نے جن لوگوں کو قطائع دئے وہ وہی لوگ تھے جن کا اسلام میں کوئی فائدہ تھا اور وہ قیام امن وامان پر مامور تھے۔ رسول اللہ اور خلفاء نے اسی میں ملک وقوم کی بہتری سمجھی تھی اگر یہ بات نہ ہوتی تو کسی کو کسی کا حق دینے کا سوال ہی نہ تھا۔[۱]

الغرض قطائع ان لوگوں کو اس لئے نہ دئے گئے تھے کہ اس کے ذریعہ وہ عیش وآرام کر سکیں بلکہ یہ قطعات ان کو معاش کی فکر سے آزاد کر کے خدمتِ خلق کے لئے وقف ہو جانے کا سامان کر دیتے تھے

خلیفہ کے اختیارات | حکومتِ الٰہی میں زمین وجائداد ذاتی وقار اور اقتدار بڑھانے کے لئے نہ ہوتی تھی بلکہ عام مفاد اور خدمتِ خلق کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی جب تک مفادِ خلق کی خدمت ہوتی رہتی خلافت کو کوئی دخل دینے کی ضرورت نہ تھی اگر اس کی خلاف ورزی ہوتی تو خلافت ہر قانون اور ہر تصرف کی مجاز تھی۔

قوم بجیلہ سے "قطائع" واپس لے لینا اور بلال بن حارثؓ مزنی کے قبضہ سے غیر آباد آراضی نکال لینا اور اس قسم کے جتنے واقعات اوپر مذکور ہو چکے ہیں اسی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

اور اسی بناء پر حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر فرمایا تھا

لنا رقاب الارض[۲] . زمینیں دراصل ہماری (خلافت کی) ہیں

اور حضرت علیؓ نے ایک شخص کے اسلام قبول کرنے کے بعد فرمایا تھا۔

ان ارضك فلنا[۳] بے شک تیری زمین ہماری (خلافت کی) ہے

انھیں تصریحات کے پیش نظر ابوبکر جصاصؒ کہتے ہیں۔

ہر وہ زمین جس کی آبادکاری سے لوگ عاجز ہیں اور حقوقِ عامہ پامال ہوں تو اس کے انتظام کے بارے میں خلافت کو پورا اختیار ہے[۴]۔

اور قاضی ابویوسف کہتے ہیں

---

[۱] الخراج ص۶۲ [۲] الاموال ص۲۷۹ [۳] الاحکام القرآن ج۳ ص۵۳۲ [۴] حوالہ بالا

ولا یخرج من یدہ من ذلک شیئا — اہل قطائع کو خلیفہ (بلا وجہ) بے دخل نہ کرے
الا بحق یجب لہ علیہ فیاخذہ بذلک — ہاں اگر حقوق واجبہ کی ادائیگی نہ ہورہی ہو تو
الذی وجب لہ[1] — بے دخل کرنے کا پورا اختیار ہے

قاضی صاحب کا یہ جملہ "الا بحق یجب لہ علیہ" قابل غور ہے اپنے عموم مفہوم کی بناء پر حقوق عامہ کے ہر جائز حق اور خلیفہ کے ہر جائز تصرف کو شامل ہے

امام ابوحنیفہ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے

ان نواحی دار الاسلام تحت — دار الاسلام کے جملہ اطراف خلیفۃ المسلمین کے زیر
ید امام المسلمین[2] — اقتدار ہوتے ہیں

علامہ عینی ایک موقع پر کہتے ہیں

ان حکم الاراضی الی الامام[3] — دراصل زمین کا معاملہ خلیفہ کے سپرد ہے

اسی لئے خلیفہ کو مفادِ عامہ کے پیش نظر موقوفہ آراضی میں بھی واقف کی مقرر کردہ شرطوں کی مخالفت جائز ہے۔ چنانچہ آراضیِ موقوفہ کی بحث میں فقہ کی یہ تصریح ہے

لان اصلہا لبیت المال[4] — اس لئے کہ زمینیں حقیقۃً بیت المال (حکومت) کی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ حکومتِ الٰہی میں زمین جائیداد پر کسی کے قبضہ ہونے کا صرف یہ مطلب تھا کہ قابض کو بحیثیت امین اس کے استعمال کا حق حاصل ہو۔ یہ امانت اس کے قبضہ میں اسی وقت تک باقی رکھی جاتی جب تک وہ خلق اللہ کے مفاد میں خلافت کا ہاتھ بٹا سکتا اور ایسی فضا پیدا کرنے میں مددگار بنتا جو مخلوق کی خوشحالی اور ترقی کی ضامن ہو۔ جب اس کی خلاف ورزی ہوتی اور امانت میں خیانت کا اندیشہ ہوتا تو خلیفہ بلا پس و پیش اسے آراضی سے بے دخل کر دیتا یا جو بہتر صورت مناسب ہوتی عمل میں لاتا تھا۔

---

[1] الخراج صفحہ ۶۱ [2] مبسوط ج ۱۰ صفحہ ۹ از اسلام کے معاشی نظریے [3] عینی ج ۶ صفحہ ۲۹۰ [4] درالمختار ج ۱

خلیفہ کے اس اقدام میں نہ حقوقِ ملکیت کا "گورکھ دھندا" حائل ہوتا اور نہ جذباتی چیزیں رکاوٹ بن سکتی تھیں چونکہ خلافت کے لئے ہر شخص کے ذاتی مفاد کا خیال رکھنا بھی ناگزیر تھا اس لئے ہر تصرف اور ہر فیصلہ میں اس کا بھی لحاظ رکھا جاتا تھا۔

صاحب زمین کے اختیارات | زمانۂ خلافت میں صاحب زمین کو مندرجہ ذیل اختیارات حاصل تھے

وقف | وقف کا دستور قرن اول میں بکثرت پایا جاتا ہے اسلام میں سب سے پہلے واقف حضرت عمرؓ نے اپنا خیبر کا حصہ جو فوجیوں میں تقسیم کے وقت آپ کو ملا تھا فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا[1]۔

حضرت طلحہؓ نے اپنا محبوب ترین باغ اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا[2]۔

حضرت علیؓ نے مصر میں زمین اور مکان وقف کیا حضرت عمرو بن العاصؓ نے مکہ اور مدینہ کے مکانات وقف کئے حضرت سعدؓ نے ایک مکان مدینہ میں اور ایک مکان مصر میں وقف کیا حضرت ارقمؓ نے اپنا وہ مکان وقف کر دیا جس میں رسول اللہ نے قیام فرمایا تھا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیرؓ بن العوام نے اپنے مکہ کے مکان وقف کئے۔ فاروق اعظم نے مکہ میں مروہ کے پاس کا مکان وقف کیا ان کے علاوہ بکثرت اوقاف متعدد احادیث سے ثابت ہیں[3]،

ایک شخص نے اپنی ماں کے انتقال کے بعد ایک باغ صدقہ کر دیا تھا[4]

عینی شارح بخاری کہتے ہیں

وقف اور صدقہ دونوں قریب المعنی اور دونوں کا ایک حکم ہے[5]

وقف کی صحت کے بعد واقف کو مالکانہ تصرف کا حق نہ رہتا بلکہ اس کا پورا انتظام خلافت کے ذمہ ہو جاتا تھا

رسول اللہ نے موقوفہ زمین کے متعلق فرمایا

لا تباع ولا توھب ولا تورث[6] نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے نہ وراثت جاری ہو

چونکہ آراضی کا اصل تعلق خلیفہ اور بیت المال سے ہوتا تھا اس لئے خلافت کو عام مفاد

---

[1] بخاری و مسلم [2] بخاری کتاب التفسیر [3] نصب الرایہ [4] عینی ج ۶ ص ۱۵ [5] حوالہ بالا [6] بخاری و مسلم

کے پیش نظر واقف کی مقرر کردہ شرطوں کی مخالفت کا بھی حق حاصل تھا۔

اس بارے میں فقہ کی یہ تصریح ہے

ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط	جب وقف کی اکثر جہات گاؤں اور مزروعہ زمین ہو
اذا کان غالب جہات الوقف قری	تو خلیفہ کا حکم نافذ العمل ہوگا اگرچہ واقف کی شرائط
ومزارع فیعمل بامرہ وان غایر	کے خلاف ہو کیونکہ گاؤں اور زمینیں دراصل بیت المال
شرط الواقف لان اصلہا	کی ہیں۔
لبیت المال[1]	

ہبہ | جائداد غیر منقولہ زمین۔ مکانات۔ باغات کا ہبہ قانوناً صحیح مانا جاتا تھا کلام عرب میں اس کے ہبہ کے لئے کئی لفظ مستعمل تھے مثلاً

عمریٰ | قرآن کریم میں اس کا مادہ یہ ہے

واستعمرکم فیہا[2]	اللہ نے تم کو زمین میں بسایا

محدثین وفقہا کے اقوال اور اہل زبان کے محاورہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عمریٰ کے معنی " زمین۔ باغ۔ مکان کسی کو پوری زندگی کے لئے دے دینا " کے ہوتے تھے[3]

زمانۂ خلافت میں اس قسم کے عطیات عموماً تین طرح دئے جاتے تھے۔

(۱) زمین یا مکان رہنے اور کاشتکاری کے لئے کسی کو دے دیا اور یہ بات بھی صاف کردی کہ تو اس کا مالک ہے اور تیرے بعد تیرے ورثہ مالک ہوں گے۔

(۲) صرف اتنا کہا کہ یہ تجھ کو دیتا ہوں مرنے کے بعد کا کچھ ذکر نہ کیا

(۳) دیتے وقت یہ شرط کرلی کہ تیرے مرنے کے بعد میری طرف یا میرے ورثہ کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

ان تینوں صورتوں میں موہوب لہ (جس کو دی گئی ہے) موہوبہ شے کا مالک ہوجاتا اور

---

[1] درالمختار ج ۱ [2] ملاحظہ ہو احکام القرآن ج ۳ ص ۲۰۳

اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی طرف منتقل ہو جاتی۔ دینے والے کا کوئی حق نہ رہ جاتا تھا

چنانچہ اس بارے میں رسول اللہ کا فرمان یہ ہے

"عمریٰ اس شخص کی ملک ہے جس کو دیا گیا پھر اس کے بعد اس کے ورثہ پر منتقل ہو جائے گا"[1]

عام طور پر لوگ دیتے وقت واپسی کی شرط کر لیا کرتے رسول اللہ نے شرط کو باطل قرار دیا اور اصل ہبہ کو جائز رکھا تھا[2]

بعض حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ معاملات میں شرطوں کے مطابق فیصلہ ہونا چاہئے اور عمریٰ میں شرط باطل قرار دی جاتی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حدیثوں میں وہی شرطیں مراد تھیں جن کے جواز میں نص صریح ہو یا کم از کم شارع کے اقوال و افعال سے اس کی تردید نہ ہوتی ہو رہ گئیں وہ شرطیں جو اصولاً لغو اور باطل ہوتیں یا باہمی نزاع اور فساد پر مبنی ہوتیں تو ان کے جواز کی یا باقی رکھنے کی کوئی گنجائش نہ تھی جیسا کہ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی موجود ہے[3]

جن بعض حدیثوں میں اس قسم کے عطایا سے ممانعت آئی ہے اس کی دو وجہ ہیں۔

(۱) عام طور سے انھیں شرائط کے ساتھ عطیہ دئے جاتے جو جاہلیت میں رائج تھے[4] اور وہ عموماً باہمی نزاع اور فساد پر مبنی ہوتیں۔

(۲) رسول اللہ بحیثیت خلیفہ اس قسم کے تصرفات سے محض اس بنا پر روک دیتے کہ آپ کو لوگوں کی ضرورتوں کا علم تھا ابتداءً کسی شے کا دے دینا آسان ہوتا ہے بعد میں اس کا خمیازہ بھگتنا مشکل ہوتا ہے۔

چنانچہ علینی کہتے ہیں

رسول اللہ کو اصل مالکوں کی ضرورت اور صبر نہ کر سکنے کا علم تھا اس بنا پر آپ نے منع فرما دیا تھا[5]

اور علامہ نووی کہتے ہیں۔

اس ممانعت سے رسول اللہ کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیں کہ اس قسم کے عطایا

---

[1] بخاری و مسلم وغیرہ [2] مسلم ج ۲ باب العمریٰ ... صفحہ ۳ و احکام القرآن ج ۳ صفحہ ۲۰۳ [3] ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار اور نووی شرح مسلم ج ۲ صفحہ ۳۵ [4] عینی ج ۶ صفحہ ۳۰ [5] حوالہ بالا

اسلامی اصول کے مطابق تمہاری ملکیت سے نکل جائیں گے اس لئے جو کچھ کرو سوچ سمجھ کر کرو اب ایسا نہ ہوگا کہ دینے کے بعد پھر واپس لے لو جیسے پہلے کیا کرتے تھے[1]

حاصل یہ ہے کہ زمانۂ خلافت میں عمریٰ اسی وقت قابلِ تسلیم تھا جب کہ دینے والے کے حالات اس کی اجازت دیتے ہوں ورنہ خلافت کو روک دینے کا حق حاصل تھا۔

رقبیٰ رقبیٰ کی ایک یہ صورت منقول ہے کہ

کوئی شخص کسی سے کہتا کہ میں نے اپنا گھر یا زمین تجھ کو دے دیا اگر میں پہلے مروں گا تو تیرے پاس رہے گا اور تو مرے گا تو میرا ہو جائے گا[2]

اس صورت میں تملیک مرنے کے بعد پر معلق رہتی تھی۔

رقبیٰ کی ایک صورت یہ بیان کی جاتی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے کہ

میں نے تجھ کو مالک بنا دیا اس شرط پر کہ اگر تو پہلے مرے تو میری طرف واپس آئے گا اور میں پہلے مروں تو ترے ہی پاس رہے گا[3]

اس صورت میں انتظار رجوع اور عدمِ رجوع کے متعلق ہوتا تھا اور تملیک فی الحال ہو جاتی تھی

رقبیٰ کے حکم کے بارے میں امام نسائی نے ابن عباس سے موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے

العمریٰ والرقبیٰ سواء[4] — عمریٰ اور رقبیٰ دونوں برابر ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کے زمانہ میں رقبیٰ کی جو صورت رائج تھی وہ عمریٰ سے زیادہ مختلف نہ تھی اسی لئے دونوں کا یکساں حکم بیان کیا گیا۔ اگر ایک میں فی الحال تملیک پائی جاتی اور دوسرے میں معلق رہتی تو یکسانیت کا کوئی مطلب نہیں رہ جاتا۔

کیونکہ لغوی اعتبار سے عمریٰ کے معنیٰ آباد کرنا اور رقبیٰ کے معنیٰ انتظار کرنے کے ہیں اسی لئے محققین کے نزدیک رقبیٰ کی دوسری تعریف صحیح سمجھی جاتی ہے اور زمانۂ خلافت میں رقبیٰ کی جو صورت رائج تھی اس کا حکم عمریٰ جیسا بیان کیا جاتا ہے۔

---

[1] نووی ج۲ ص۳۵ [2] عینی ج۶ ص۳۰۹ [3] المعتصر از فیض الباری للعلامہ انور[؟] [4] عمدۃ القاری ج۶ ص۳۰

اس باب میں ممانعت کی حدیثوں کا وہی جواب ہے جو عمریٰ میں مذکور ہو چکا ہے اور ائمہ قانون کے اختلاف کی شکل علمی اور حقیقی نہیں ہے بلکہ عرف اور رواج کی بناء پر ہے۔

یعنی جس صورت میں فی الحال تملیک نہ پائی جائے بالاتفاق ناجائز ہے اور جس میں فی الحال تملیک پائی جاتی ہو اس کو سب ائمہ جائز کہتے ہیں[1]

منحۃ | رسول اللہ نے فرمایا

من کانت لہ ارض فلیزرعھا او یمنحھا اخاہ[2] — جس کے پاس زمین ہو خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو مفت دے دے

ابن بطال کہتے ہیں

"منحۃ" جس میں منافع کا مالک بنایا جائے ذات کا نہیں[3]

نوویؒ کہتے ہیں

"منحۃ" عاریۃ ہے[4]

انور شاہؒ کہتے ہیں

"کسی کو انتفاع کے لئے مفت زمین دے دینا۔[5]

منجد میں ہے

"المنحۃ العطیۃ۔

ان تمام تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام عرب میں ایسے موقع پر منحۃ کے معنی کسی کو کاشت کے لئے مفت زمین دے دینے کے ہوتے تھے۔

زمانہ خلافت میں امداد باہمی کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ کاشت کے لئے مفت زمین دے دی جاتی کاشتکار اپنے اخراجات سے کاشت کرتا اور پوری پیداوار اسی کی ہوتی۔

---

[1] حاشیہ شرح وقایہ وکنز الدقائق وتقریر ترمذی للشیخ الہند وفیض الباری ج۳ وعمدۃ القاری ج۶ ص۳۰۸ [2] مسلم ابوداؤد وغیرہ [3] عینی ج۶ ص۳۱۶ [4] نووی ج۲ ص۱۲ [5] فیض الباری ج۳ ص۳۰۲

اس قسم کی زمین کا حکم یہ تھا کہ کاشتکار جب اس سے مستغنی ہو جاتا یا جتنی مدت کے لئے زمین دی گئی ہے وہ مدت ختم ہو جاتی تو زمین اصل مالکوں کے حوالہ کی جاتی تھی۔

رسول اللہ نے کھجور کا پھلدار درخت اس سے مستغنی ہو جانے کے بعد ام انسؓ کو واپس کر دیا تھا اور مہاجرین نے انصار کے بہت سے عطایا واپس کر دئیے تھے[1]۔

حق شفعہ | شفعہ دراصل ایک حق ہے جو جائداد غیر منقولہ کی بیع کے وقت شریک کو اگر وہ نہ ہوتا تو پڑوسی کو پہنچتا تھا۔

اس بارے میں رسول اللہ کا یہ فرمان ہے۔

"شریک بہ نسبت پڑوسی کے زیادہ حقدار ہے اور پڑوسی بہ نسبت غیر کے زیادہ مستحق ہے[2]۔"

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا

"شریک زیادہ حقدار ہے اگر شریک نہ ہو تو پھر پڑوسی[3]"

حکومت الٰہی میں اس حق کا یہاں تک لحاظ کیا گیا تھا کہ شریک کی موجودگی میں بغیر اس کو اطلاع دئے اور اگر شریک نہ ہو تو پڑوسی کو اطلاع دئے بغیر بیچنا جائز نہ تھا۔

چنانچہ رسول اللہ نے فرمایا

"بغیر شریک کی اطلاع دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا حلال نہیں شریک چاہے تو لے لے ورنہ چھوڑ دے اگر اطلاع دئے بغیر فروخت کر دیا تو شریک کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کر کے خود خرید لے[4]۔"

پڑوسی کے متعلق آپ نے فرمایا

"پڑوسی زیادہ حقدار ہے اگر موجود نہ ہو تو اس کا انتظار کیا جائے[5]"

حق وراثت | صاحب زمین کے انتقال کے بعد اس کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ حسب دستور شریعت اس کے ورثہ میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اس قانون وراثت کے ذریعہ ایک شخص کے پاس اتنی زیادہ زمین نہ رہنے

---

[1] عینی ج ۶ ص ۳۱۶ [2] مصنف عبد الرزاق از نصب الرایہ و عینی [3] مصنف ابن ابی شیبہ از نصب الرایہ [4] مسلم و دار قطنی فی القضاء [5] نصب الرایہ ص ۱۷۶

باقی جو دوسرے کی حق تلفی کا باعث نبنے یا دوسروں کی محنت سے خود عیشی کے سامان پیدا ہو سکیں کیونکہ اسلامی قانون کے مطابق جائداد صرف بڑے بیٹے ہی کو نہیں ملتی بلکہ سب بیٹوں اور بیٹیوں اور بیوی میں تقسیم ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ	مردوں کے لئے حصہ ہے جو ماں باپ اور دوسرے
وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ	رشتہ دار چھوڑ جائیں عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے
مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ	جو ماں باپ اور دوسرے رشتہ دار چھوڑ جائیں خواہ
مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ	ترکہ چھوٹا ہو یا بڑا

چونکہ ایسی صورت میں اس بات کا امکان تھا کہ ترکہ میں زمین تقسیم ہوتے ہوتے گزوں اور انچوں تک نوبت پہنچ جائے اور بہت سی وہ چیزیں تقسیم کرنی پڑیں جن کے تقسیم ہونے کے بعد پھر ان سے انتفاع کی شکل باقی نہ رہے مثلاً گھر وغیرہ تو اس کے لئے وقف علی الاولاد کی شکل نکالی گئی تھی جس سے صرف اس کا منافع تقسیم ہوتا اور شی اپنی جگہ پر بدستور قائم رہتی تھی اور قانونِ شفعہ مقرر کیا گیا تھا جس کے ذریعہ پڑوسی اور شریک کو دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح حاصل ہوتی تھی۔

بیع و شراء | زمانۂ خلافت میں متعدد صحابہ سے زمین کی خرید و فروخت ثابت ہے۔ ابو رافعؓ صحابی نے رسول اللہ کے دیئے ہوئے قطائع فروخت کر دیئے تھے[1]۔ عبداللہ بن مسعود۔ عتبہ بن فرقد۔ حسنؓ حسینؓ خباب بن ارت وغیرہ نے خراجی زمینیں خریدی تھیں[2]۔

اسی بنا پر صاحب ہدایہ کہتے ہیں۔

وقد صح ان الصحابة اشتروا اراضی الخراج[3]	یہ بات صحت کو پہنچ چکی ہے کہ صحابہ کرام نے خراجی زمینیں خریدی تھیں۔

رہ گئے وہ اقوال و آثار جن سے بظاہر خراجی زمین خریدنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ عموماً فاتح قومیں مفتوحین کے ساتھ ہر معاملہ میں ظلم و زیادتی کیا کرتی ہیں۔ اسلام نے اس

---

[1] الخراج لابی یوسف صہ۶۱ [2] الخراج یحییٰ صہ۵۶ و ۵۸ [3] ہدایہ ج ۱

معاملہ میں یہاں تک احتیاط برتی کہ محض احتمال کی بناء پر اس جائز حق کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا اور اعلان کردیا کہ خراجی زمینیں خریدنا مناسب نہیں ہے البتہ جہاں اس کا اندیشہ نہیں تھا مفتوحین کی آزادی رائے کو برقرار رکھنے کے لئے خرید و فروخت کی اجازت تھی۔ جیسا کہ متعدد صحابیوں کا خریدنا مذکور ہوچکا ہے

الغرض زمانۂ خلافت میں صاحب زمین کو اپنی زمین پر پورے اختیارات حاصل تھے تاکہ ہر شخص آزادانہ روزی کما کر اپنی ضمیر کا استقلال باقی رکھ سکے۔

ایک شبہ کا دفعیہ | ممکن ہے بعض حضرات کو ان اقوال سے شبہ ہو جن سے بظاہر صاحب زمین کے اختیارات نہیں ثابت ہوتے ہیں مثلاً یہ روایت ہے کہ

"عتبہ بن فرقد نے فرات کے کنارے کچھ زمین خریدی حضرت عمرؓ کو جب اس کا پتہ چلا تو "عتبہ" سے پوچھا کہ یہ زمین تم نے کس سے خریدی ہے" کہا" زمین والوں سے عمرؓ نے مہاجرین اور انصار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ زمین والے تو یہ لوگ ہیں کیا ان سے خریدی ہے عرض کیا "نہیں" فرمایا جس سے خریدی ہے واپس کرکے اس کی قیمت لے لو[1]

اور جیسا کہ حضرت علیؓ نے عراق کے ایک پرانے باشندے سے اسلام قبول کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ تری زمین خراجی ہی رہے گی کیونکہ ہماری ہے "ارضك فئنا"[2]

حقیقت یہ ہے کہ عتبہ بن فرقد کا واقعہ زیادہ صحیح سند کے ساتھ اس کے خلاف منقول ہے چنانچہ "زیلعی" نے بیہقی کے حوالہ سے جو روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

قال لعمر انی اشتریت ارضا من ارض السواد فقال عمر انت فیها مثل صاحبها	عتبہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں نے سواد میں ایک زمین خریدی ہے آپ نے فرمایا کہ خراج کے معاملہ میں تم سابق صاحب زمین جیسے ہو (وہ ادا کرتا تھا تم بھی ادا کرو)

ان دونوں روایتوں میں عتبہؓ سے روایت کرنے والے شعبی ہیں جن کا نام عامر ہے اور شعبی سے

---

[1] الاموال ص۷۴ [2] حوالہ بالا

روایت کرنے والے پہلی روایت میں "بکیر" ہیں جو شعبی کے صاحبزادہ ہیں اور جن کی کنیت ابو اسماعیل ہے دوسری روایت میں شعبی سے روایت کرنے والے مجالد بن سعید ہیں اصول روایت کے لحاظ سے بکیر ضعیف اور مجالد قوی ہے[1] اس لئے پہلی روایت دوسری کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہ ہوگی۔

رہ گئی حضرت علیؓ کی مذکورہ روایت تو اس کی تشریح و توضیح ذیل کی روایت سے ہوتی ہے۔

ایک دھقانی (زمیندار) نے اسلام قبول کیا حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا کہ اگر تم اپنی زمین پر قایم رہوگے تو حفاظت کا معاوضہ (جزیہ) ہٹا دیں گے اور اس کا بدل زمین سے وصول کریں گے اور اگر زمین چھوڑ دوگے تو اس کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔

بعینہٖ امیرؓ کے الفاظ یہ ہیں

وان تحولت عنھا فنحن احق بھا[2] اگر تو نے زمین چھوڑ دی تو اس کے ہم زیادہ حقدار ہیں

ابوبکر جصاصؒ ان الفاظ کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ

اگر تم زمین کی آبادکاری سے عاجز ہوگئے تو ہم آباد کرائیں گے تاکہ حقوق عامہ جو زمین سے متعلق ہیں پامال نہ ہوں

پھر آگے چل کر کہتے ہیں

یہ قانون مفتوحین ہی کی زمین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ تمام زمینیں جن کی آبادکاری سے لوگ عاجز رہیں ان کا انتظام و بندوبست خلیفہ کے ذمہ ہے[3]

حاصل یہ ہے کہ مذکورہ اقوال سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ اراضی مفتوحہ میں اصل باشندوں کو اور اہل قطائع کو تصرفات میں آزادی حاصل نہ تھی بشرطیکہ وہ تصرفات اجتماعی مفاد کے خلاف نہ ہوتے ورنہ خلافت کو روک دینے کا حق حاصل تھا۔

نیز اسلامی جنگوں میں مفتوحہ زمین کے باشندے غلام نہ قرار دئے جاتے تھے کیونکہ اسلام تو غلامی کا طوق گردن سے اتار پھینکنے کے لئے آیا ہے نہ کہ اس کو قایم رکھنے اور رواج دینے کے لئے یہ دوسری بات ہے کہ بعض سیاسی و معاشی حالات کی مجبوری کی وجہ سے ابتداءً ممانعت کا قانون نہ نافذ کرسکا اور

---

[1] حاشیہ کتاب الخراج یحییٰ ص۵۸ [2] احکام القرآن لجصاص ج۳ ص۵۳۲ [3] حوالہ بالا

بتدریج اس کے ختم کرنے کی راہیں نکالیں [۱]

جب اسلامی قبضہ کے بعد مفتوحین اپنی فطری حریت پر باقی رہتے تو آراضی اور ان کی تمام اشیاء پر فطری آزادی برقرار رہنی لازمی تھی تاکہ ہر لحاظ سے مصئون و مامون ہو کر خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کرسکیں اور اسلام ہر طرح سے ان کے لئے رحمت ثابت ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ ساری زمینیں حقیقۃً اللہ کی ملک ہوتیں اور خلافت کے انتظام و نگرانی میں رہتی تھیں کاشتکار د صاحب زمین کی حیثیت محض امین کی ہوتی تھی۔

جب تک مقصد (خلق اللہ کا عام مفاد) پورا ہوتا رہتا نہ خلافت کو بے دخل کرنے کی ضرورت پڑتی اور نہ تصرفات کو محدود کرنے کی حاجت ہوتی اور جب یہ مقصد پامال ہونے لگتا یا حقوق عامہ جو زمین سے متعلق ہیں ان کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا تو بلا تخصیص و ترجیح فاتح و مفتوح مسلم و غیر مسلم صاحب زمین کو بے دخل کر دینے یا اس کے تصرفات کو محدود کرنے کا پورا اختیار ہوتا تھا۔

---

[۱] ابوبکر جصاص نے احکام القرآن جلد ثالث میں اصل باشندوں کے اختیارات اور اہل سواد کے غلام نہ ہونے پر نہایت محققانہ بحث کی ہے جس کے مطالعہ کے بعد پھر کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ۱۲

غلامانِ اسلام

اسّی کے قریب ان صحابہ، تابعین، تبع تابعین، فقہا اور محدثین اور ارباب کشف و کرامات اور اصحاب علم وادب کے سوانح حیات اور کمالات و فضائل بڑی تحقیق و تدقیق سے جمع کئے گئے ہیں جنہوں نے غلام یا آزاد کردہ غلام ہونے کے باوجود ملت کی عظیم انسان خدمتیں انجام دیں جنہیں اسلامی سوسائٹی کے ہر دور میں عظمت و اقتدار کا فلک الافلاک سمجھا گیا اور جن کے علمی، مذہبی، تاریخی اور سماجی کارنامے اس قدر شاندار اور اس قدر روشن ہیں کہ ان کی غلامی پر آزادی کو رشک کرنے کا حق ہے اور بجا ہے، یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ایسی محققانہ دلچسپ اور معلومات سے بھرپور کتاب اس موضوع پر اب تک کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی اس کے مطالعہ سے غلامان اسلام کے حیرت انگیز اور شاندار کارناموں کا نقشہ آنکھوں میں سما جاتا ہے دوسرا ایڈیشن صفحات ۴۸۰ بڑی تقطیع قیمت پانچ روپے آٹھ آنے مجلد چھ روپے